

مطالعہ کتاب

”ثبوت حاضر ہیں“: ایک مطالعہ

رفیع الدین ہاشمی

علامہ اقبالؒ نے ۲۱ جون ۱۹۳۶ء کو پنڈت نہرو کے نام ایک خط میں ’قادیانیوں کو اسلام اور ہندوستان کا غدار قرار دیا تھا۔ ان کے الفاظ تھے:

I have no doubt in my mind that the Ahmadis are traitors both to Islam and India.

(میرا ذہن اس بارے میں ہر شبہ سے پاک ہے کہ احمدی ’اسلام اور ہندوستان‘ دونوں کے غدار ہیں۔)

اور پھر اسی زمانے میں اقبالؒ نے مطالبہ کیا کہ قادیانیوں کو امت مسلمہ سے الگ ایک اقلیت قرار دیا جائے۔۔۔ تو یہ ظاہریہ مطالبہ ’انتہا پسندانہ اور علامہ اقبالؒ کے دھیمے مزاج‘ نرم خو طبیعت اور وضع داری کے خلاف محسوس ہوتا تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے انھیں غیر معمولی شاعرانہ صلاحیتوں کے ساتھ ’ایک گہری تاریخی اور سیاسی بصیرت سے بھی نوازا تھا۔ وہ بخوبی سمجھتے تھے کہ مرزا غلام احمد کا دعویٰ نبوت، اسلام کی جڑوں پر تیشہ چلانے کے مترادف ہے، چنانچہ انھوں نے قادیانیوں کی اصلیت کے بارے میں لکھا:

”ہمیں قادیانیوں کی حکمت عملی اور دنیاے اسلام کے متعلق، ان کے رویے کو فراموش نہیں کرنا چاہیے۔ بلی تحریک نے ملت اسلامیہ کو سزے ہوئے دودھ سے تشبیہ دی تھی اور اپنی جماعت کو تازہ دودھ سے اور اپنے مقلدین کو ملت اسلامیہ سے میل جول رکھنے سے اجتناب کا حکم دیا تھا۔ علاوہ بریں ان کا بنیادی اصولوں سے انکار، اپنی جماعت کا نیا نام (احمدی)، مسلمانان کے قیام نماز سے قطع تعلق، نکاح وغیرہ کے معاملات میں مسلمانوں سے ہیکٹ اور ان سب سے بڑھ کر یہ اعلان کہ دنیاے اسلام کافر ہے۔۔۔ یہ تمام امور قادیانیوں کی علیحدگی پر دال ہیں۔“ (حرف اقبال، ترجمہ: لطیف احمد شروانی، اسلام آباد، ۱۹۸۳ء، ص ۷۷-۷۸)

حقیقت یہ ہے کہ علامہ اقبالؒ نے قادیانیت پر جو کچھ لکھا، اور جس بصیرت کے ساتھ اس کا تجزیہ کر کے

اس کا تار و پود بکھیر کر رکھ دیا، وہ ان کی دکھتی رگوں کو چھیڑنے کے مترادف تھا۔ ایک تو علامہ اقبال کی شخصیت، دوسرے ایسی ”ضرب کلیم“۔۔۔ قادیانی اس چوٹ کو آج تک نہیں بھولے۔ اس چوٹ کی دکھن، وہ اس لیے بھی محسوس کرتے ہیں کہ ۱۹۷۳ء میں، اسلامی جمہوریہ پاکستان کی پارلیمنٹ نے انھیں غیر مسلم اقلیت قرار دے کر، علامہ اقبال کی تجویز یا مطالبے پر صلوٰۃ کیا۔ اقبال نے ۶۳ سال پہلے قادیانیت کا جو تجزیہ کیا تھا، اس کا علمی جواب تو قادیانیوں سے آج تک نہیں بن پڑا۔ مگر وہ علامہ کو کسی نہ کسی حوالے سے بدنام و رسوا کرنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔ ان کی تحریک انہدام اقبال کا دائرہ، اب پاکستان سے باہر بھارت اور یورپ خصوصاً برطانیہ تک وسیع ہو رہا ہے۔ مگر یہ ایک الگ موضوع ہے۔ سر دست قادیانیت کی اصلیت اور ان کے عزائم کے بارے میں ایک تازہ کتاب، ”ثبوت حاضر ہیں“ کا تعارف کرانا مقصود ہے۔

کسی بھی شخص کی تصانیف، اس کی شخصیت کی آئینہ دار اور اس کے خیالات و افکار کی ترجمان ہوتی ہیں۔ اس لیے مذاہب اور تحریکیں اپنی بنی شخصیتوں اور اکابر کی تحریریں بار بار شائع کرتی اور انھیں زیادہ سے زیادہ پھیلانے کی کوشش کرتی ہیں مگر قادیانی مرزا صاحب کی تصانیف و ملفوظات کو چھاپنے کے بجائے چھپاتے ہیں۔ کیونکہ ان کی بیشتر تحریریں لغویت، نامعقولیت، کذب و افتراء، عجیب و غریب تضادات اور محکمہ خیر ”الہیات“ کا مجموعہ ہیں۔

قادیانیوں نے ایک مہم کے تحت مرزا غلام احمد کی کتابیں معدوم کرنے کی کوشش کی ہے اور اس میں وہ خاصی حد تک کامیاب ہوئے ہیں۔ جہاں بھی مرزا کی کسی کتاب کا سراغ ملے، وہ اسے حاصل کر کے ضائع کر دیتے ہیں۔ معروف دانش ور، معلم اور اقبال شناس پروفیسر محمد منور راوی ہیں کہ وہ وقتاً فوقتاً حضرت مولانا محمد شفیع مرحوم (مستتم مدرسہ سراج العلوم سرگودھا) کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ ایک شخص مولانا کے ہاں آتا تھا اور ان سے عقیدت و نیاز مندی ظاہر کیا کرتا تھا۔ کبھی کبھار قادیانیوں کے بارے میں غم و غصے اور اضطراب کا اظہار بھی کرتا۔ رفتہ رفتہ اس نے حضرت صاحب کے حلقے میں اعتبار و رسوخ حاصل کر لیا۔ اسے معلوم تھا کہ مدرسہ سراج العلوم کے کتب خانے میں قادیانیت کی اصل کتابیں موجود ہیں۔ ایک روز اس نے اپنی چکنی چھڑی باتوں سے مولانا کو قائل کر لیا کہ قادیانیت کا رد لکھنے کے لیے اسے مرزا غلام احمد کی کتابیں عاریتاً دے دی جائیں۔ نیاز مندوں نے مولانا سے کہا کہ سب کتابیں بیک وقت نہ دی جائیں، مگر سلاہ مزاج مولانا نے اسے درخور اعتنا نہ سمجھا، وہ اس چرب زہن کے قائل ہو چکے تھے۔ وہ شخص ساری کتابیں لے گیا۔ مگر پھر کبھی نظر نہ آیا۔

جناب محمد متین خالد کی زیر نظر کتاب قادیانیت کے اصل چرے کو بے نقاب کرتی ہے۔ وہ مرزا غلام احمد کے عقائد و عزائم کو، ان کی قدیم اور اصل کتابوں کے عکس نقول کی صورت میں سامنے لائے ہیں۔

قلویانوں کی اپنی ہی مطبوعہ کتابوں کی یہ شلو تیں ’قلویانیت کی ایک ایسی تصویر پیش کرتی ہیں‘ جس سے عام مسلمان عواقف ہیں۔ امت مسلمہ اور عالم اسلام کے لیے یہ تصویر بے حد خوفناک ہے اور انسانیت و اخلاق کی سطح پر نہایت پست اور شرم ناک ہے۔۔۔ نقل کفر، کفر نباشد، ہم دل پر پھر رکھ کر تصانیف مرزا اور کتب قلویانیت سے بعض اقتباسات اور جملے نقل کرتے ہیں:

”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ’نبوت کا دروازہ کھلا ہے‘ (ص ۱۰۳)۔ ”میں خود خدا ہوں“

(ص ۱۳۲)۔ ”ایک بار مجھے الہام ہوا تھا کہ خدا قلویان میں نازل ہو گا‘ اپنے وعدے کے مطابق“

(ص ۱۶۶)۔ ”خدا تعالیٰ میرے وجود میں داخل ہو گیا“ (ص ۱۸۸)۔ ”ہر شخص ترقی کر سکتا ہے اور

بڑے سے بڑا درجہ پا سکتا ہے حتیٰ کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی بڑھ سکتا ہے۔۔۔“

(ص ۱۹۳)۔ ”آپ (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کو گالیاں دینے اور بدزہلی کی اثرات تھی۔۔۔“

کسی قدر جھوٹ بولنے کی بھی عادت تھی“ (ص ۲۶۹)۔ ”جو شخص قرآن شریف پر ایمان لاتا ہے‘

اس کو چاہیے کہ ابو ہریرہ کے قول کو ایک ردی ستار کی طرح پھینک دے“ (ص ۳۰۶)۔ ابو بکر و

عمر کیا تھے؟ وہ تو حضرت غلام احمد کی جوتیوں کے تسمہ کھولنے کے بھی لائق نہ تھے“ (ص ۳۰۷)۔

تین شہروں کا نام اعزاز کے ساتھ قرآن شریف میں درج کیا گیا‘ مکہ اور مدینہ اور قلویان۔۔۔“

(ص ۳۵۳)۔ ”مسجد اقصیٰ سے مراد مسیح موعود کی مسجد ہے‘ جو قلویان میں واقع ہے۔۔۔“ (ص

۳۵۴)۔ ”لوگ معمولی اور نقلی حج کرنے کو بھی جاتے ہیں‘ مگر اس جگہ [قلویان میں] نقلی حج سے

ثواب زیادہ ہے“ (ص ۳۵۵)۔ ”میرے والد مرزا غلام مرتضیٰ نے ۱۸۵۷ء میں اپنی طاقت سے بڑھ

کر سرکار انگریزی کو مدد دی تھی یعنی پچاس سوار اور گھوڑے بہم پہنچا کر عین زمانہ غدر کے وقت

بہرکار انگریزی کی امداد میں دیے تھے“ (ص ۴۵۵)۔ ”مسلمان لوگوں“ کے مقابلے میں ”انگریزی

سلطنت تمہارے لیے ایک رحمت ہے‘ تمہارے لیے ایک برکت ہے“ (ص ۴۶۶)۔ ”میں نے

ممانعت جہاد اور انگریزی اطاعت کے بارے میں اس قدر کتابیں لکھی ہیں اور اشتہار شائع کیے ہیں

کہ اگر وہ رسائل اور کتابیں اسٹی کی جائیں تو پچاس لاکھ روپے ان سے بھر سکتی ہیں“ (ص ۴۶۷)۔

”میں یقین رکھتا ہوں کہ جیسے جیسے میرے مرید بڑھیں گے ویسے ویسے مسئلہ جہاد کے معتقد کم ہوتے

جائیں گے“ (ص ۴۶۸)۔ [ہم] قدیم سے سرکار انگریزی کے بکے خیر خواہ اور خدمت گزار ہیں

[چاہیے کہ وہ] اس خود کاشتہ پودہ۔۔۔ کو ایک خاص حمایت اور مرہون کی نظر سے دیکھیں“ (ص

۴۶۹)۔ ”جس کو میری دعوت پہنچی اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا‘ وہ مسلمان نہیں ہے“

قلویانیت کی ان کتابوں میں اس طرح کی بہت کچھ لغویات و خرافات ملتی ہیں۔ ان تحریروں کا ایک حصہ تو بالکل محوک شاستر قسم کا ہے اور ہر طرح کے احساس شرم و حیا کو پلائے طلق رکھے بغیر اس میں سے کوئی اقتباس نقل کرنا ممکن نہیں۔ مرزا کا اسلوب تضاد بیانی، ذہنی جمہوریت اور انتشار خیالات کا ملفوظہ ہے۔ ایک جگہ کہتے ہیں: ”ناحق گالیاں دینا سفلوں اور کینوں کا کام ہے“ (ص ۳۷۰) مگر خود مخالفین پر بکثرت لعنت بھیجتے اور ان کے لیے شیطان، منحوس، ملعون، کذاب، غبیث، سنیوں کا نطفہ، بدکار، ولد الحرام اور رند یوں کی اولاد۔۔۔ جیسے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ لغویت اور مستحکم فیزی کی حد تو یہ ہے کہ جب کسی پر ہزار بار لعنت بھیجنا چاہتے ہیں تو طرز تحریر یہ ہوتا ہے: ۱۔ لعنت ۲۔ لعنت ۳۔ لعنت۔۔۔ اور اس طرح کئی صفحے سیاہ کرنے کے بعد ۱۰۰۰ لعنت تک پہنچ کر ہی ان کی تسکین ہوتی ہے (ص ۶۲۱-۶۲۵)۔

کیا قلدیانی مملکت پاکستان کے وفلوار ہیں؟ یہ سوال اس لیے پیدا ہوتا ہے کہ پاکستان کے بارے میں قلدیانیٹ اور بھارتیہ جنتا پارٹی اور کانگریس کے خیالات اور مقاصد میں حیرت انگیز مماثلت پائی جاتی ہے۔ دونوں کا مقصود ”اکھنڈ بھارت“ ہے۔ یہ جملے: ”ہم ہندستان کی تقسیم پر رضامند ہوئے تو خوشی سے نہیں بلکہ مجبوری سے اور پھر یہ کوشش کریں گے کہ کسی نہ کسی طرح پھر متحد ہو جائیں“۔۔۔ کسی ٹیل، نہویا گاندھی کے نہیں بلکہ مرزا بشیر الدین محمود کے ہیں (روزنامہ ”الفضل“ ۱۷ مئی ۱۹۸۳ء)۔

قیام پاکستان کے موقع پر مشرقی پنجاب سے مسلمانوں کا صفایا ہو گیا، مگر مرزائیوں کا مرکز قلدیان علیٰ حالہ قائم و برقرار ہے۔ قلدیانوں کو وہاں آمدورفت اور رہائش کی اجازت ہے حالانکہ (قلدیانیوں کے علاوہ) دیگر پاکستانیوں کے لیے پورا مشرقی پنجاب ممنوعہ علاقہ ہے۔ پنجاب کے کسی شہر کا ویزا تو درکنار وہ اس حصے میں سفر بھی نہیں کر سکتے بلکہ وہ وہاں سے گزر بھی نہیں سکتے (پنجاب سے آگے جانے والوں کو صرف بند ٹرین میں رات کے وقت یہاں سے گزارا جاتا ہے)۔ بھارت کی مسلم دشمنی اور پاکستان دشمنی مسلم ہے، مگر قلدیانوں نے یہ خصوصی رعایت کیوں؟ اس لیے کہ قلدیان کا ایک ”روحانی مرکز“ کے طور پر برقرار رہنا ہندو سامراج کے مفاد میں ہے۔ ماہ گذشتہ ڈاکٹر شکر داس کا ایک اقتباس قارئین ترجمان القرآن کی نظر سے گزرا ہو گا: جسے مولانا مودودی مرحوم و مغفور نے ”بندے ماترم“ سے نقل کیا تھا۔ اس کے مطابق ہندوؤں کو ”اگر امید کی شعاع دکھائی دیتی ہے تو وہ احمدیت کی تحریک ہے“ کیونکہ: ”مسلمان جس قدر احمدیت کی طرف راغب ہوں گے، اسی قدر قلدیان کو مکہ تصور کرنے لگیں گے؟۔۔۔ ایک احمدی، خواہ دنیا کے کسی گوشے میں بھی ہو، روحانی شکتی حاصل کرنے کے لیے وہ اپنا منہ قلدیان کی طرف کرتا ہے۔“

خدا کے فضل و کرم سے پاکستان قائم و دائم ہے (اور ان شاء اللہ قائم رہے گا) مگر متذکرہ بلا پس منظر میں بالکل واضح ہے کہ قلدیانوں کا مفاد آئیں کمزور پاکستان میں ہے۔ قدرتی طور پر وہ نہیں چاہیں گے کہ ملک

مسلم ہو، اخلاقی اور معاشی اعتبار سے ترقی کرے اور یہاں امن و امان قائم رہے۔ قیام پاکستان سے تاحال سرکردہ قادیانی افسران اور بعض کلیدی مناصب پر فائز قادیانیوں کے کردار کو اس پس منظر میں دیکھیں (اس کی کچھ تفصیل جناب بشیر احمد کی کتاب 'Ahmadiyya Movement: British - Jewish Connections' راولپنڈی، ۱۹۹۳ء میں ملتی ہے) تو علامہ اقبال کے اس جملے کی معنویت اور واضح ہوتی ہے کہ: احمدی اسلام اور ہندوستان دونوں کے غدار ہیں۔“

ہندو کے ساتھ ساتھ یہود سے بھی ان کا خاص تعلق استوار ہے۔ اسرائیل، عالم اسلام کے لیے ہمسور کی حیثیت رکھتا ہے۔ کسی پاکستانی مسلمان کو اسرائیل کا وزیٹ نہیں مل سکتا، مگر قادیانیوں کو یہودی ریاست میں مستقل مشن قائم کرنے کی اجازت ملی اور وہ سالہا سال سے وہاں کام کر رہے ہیں۔ کئی سال پہلے کی مصدقہ رپورٹ کے مطابق حیضہ میں ایک قادیانی ”مسجد“، ایک مشن ہاؤس، ایک لائبریری، ایک ڈپو اور ایک اسکول موجود ہے اور ”البشری“ کے نام سے ایک ملانہ عربی رسالہ بھی جاری ہے۔۔۔ یہودیوں کو قادیانیوں پر اس درجہ اعتماد ہے کہ انھیں اسرائیلی فوج میں بھی بھرتی کیا جاتا ہے۔ ۱۹۷۲ء تک اسرائیلی فوج میں چھ سو پاکستانی قادیانی شامل ہو چکے تھے (ص ۸۴۲، ۸۴۳)۔

حقیقت یہ ہے کہ خوئے غلامی قادیانیت کی سرشت میں شامل ہے۔ ٹھکوری ہندو کی ہو، یہودی کی ہو یا انگریز کی، اسے بہ خوبی راس آتی ہے۔ کسی آزاد فضا اور پاکیزہ ماحول میں اس کی نشوونما ممکن نہیں۔ اس لیے جب پاکستان میں ان پر گرفت ہوئی اور عدالتوں کا سامنا کرنے کا خدشہ پیدا ہوا تو مرزا طاہر احمد، لندن جا کر انگریزوں کے ”سلیہ رحمت کے نیچے“ (ص ۷۷۸) جا بیٹھے۔ انگریزوں کے اس ”خود کاشتہ“ گروہ کو اہل ملی تو کہیں ملی۔ ”حیات احمد“ کے مصنف کا یہ اقتباس: ”جھوٹے آدمی کی یہ نشانی ہے کہ جاہلوں کے رویہ تو بہت لاف گزاف مارتے ہیں، مگر جب کوئی دامن پکڑ کر پوچھے کہ ذرا ثبوت دے کر جاؤ تو جہاں سے نکلے تھے، وہیں داخل ہو جاتے ہیں“ (ص ۱۳۰) اس صورت حال پر صلوٰۃ آتا ہے۔ مختصر یہ کہ قادیانیت، اس وقت یہود، ہندو اور نصاریٰ (بطور خاص برطانیہ) کے تعاون و اعانت سے پرورش پا رہی ہے۔۔۔ بہ مصداق: **لَوْلِيَاءَ بَعْضُهُمْ لَوْلِيَاءُ بَعْضٍ (الحائدہ ۵۵: ۵۰)**

قادیانی اس بات پر بہت سخ پا ہیں کہ ۷ ستمبر ۱۹۷۳ء کو پاکستان کی پارلیمنٹ نے انھیں غیر مسلم قرار دیا۔ پھر اقلیت قادیانیت آرڈیننس (۱۹۷۳ء) کی رو سے انھیں اسلامی شعائر کے استعمال اور خود کو مسلمان کہنے، کھلانے یا ظاہر کرنے پر پابندی لگا دی گئی۔ سوال یہ ہے کہ جب انھوں نے ایک صدی پہلے مسلمانوں کا معاشرتی مقابلہ کیا تھا (مسلمانوں کی اقتدا میں نماز، شادی بیاہ اور غیر قادیانیوں کی نماز جنازہ میں شرکت کی ممانعت وغیرہ) اور امت مسلمہ کو غیر مسلم قرار دیا تھا (”ہمارے فرض ہے کہ ہم غیر احمدیوں کو مسلمان نہ

”سمجھیں۔“ (ص ۴۳۰) تو اب شکوہ کس بات کا؟ — ان کے اسی رویے کی بنا پر ہی علامہ اقبال نے انھیں غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا مسئلہ اٹھایا تھا۔ جب وہ مسلمانوں سے اس حد تک مختلف ہیں کہ مملکت پاکستان کے مسلمان سربراہ کو اسی مملکت کا قادیانی وزیر خارجہ اس لائق نہیں سمجھتا کہ وہ اس کی نماز جنازہ میں شریک ہو تو پھر وہ مسلمانوں کے شعائر، مخصوص نشانات، علامات، اور اعمال و عبادات کے طور طریقوں کو اختیار کیے رکھنے پر کیوں مصر ہیں؟ وہ امت مسلمہ سے الگ نئے شعائر کیوں نہیں وضع کر لیتے؟ جیسا کہ سپریم کورٹ نے سوال اٹھایا: ”کیا ان کا نیا مذہب اپنی طاعت، میرٹ یا صلاحیت کے بل پر ترقی نہیں کر سکتا یا فروغ نہیں پا سکتا کہ اسے جہل سازی و فریب سے خود کو ”مسلم“ بنا کر پیش کرنا پڑتا ہے؟“ آخر کار دنیا میں اور بھی بہت سے مذاہب ہیں۔ انھوں نے مسلمانوں یا دوسرے لوگوں کے انقلاب و غیرہ پر کبھی غصہ نہ نہیں کیا۔ — قادیانیت مسلمانوں کا لبادہ اوڑھ کر دنیا کے سامنے آنا چاہتی ہے۔ یہ فریب کاری کی کوشش ہے اور اس لیے قاتل مذمت ہے۔

محمد متین خالد نے بڑی دیدہ ریزی اور جانکشی سے یہ تحقیق کی ہے اور اس پر بہ ہر طور تعریف و تحسین کے مستحق ہیں۔ سو سال پرانی کتابوں کی تلاش و دریافت ہی جاں جو حکم کا کام ہے۔ پھر خالد صاحب نے پورے مواد کو مختلف عنوانات کے تحت بڑے سلیقے سے مرتب کیا ہے۔ قادیانیت پر یہ ایک مستند دستاویز ہے۔ اس موضوع پر کلام کرنے والوں کے لیے ”ثبوت حاضریں“ سے اعتناء و استفادہ ناگزیر ہو گا۔ کتاب عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، ”حضورِ بلاغ“ ملکن نے شائع کی۔ صفحات ۸۶۳، اور عمدہ مجلد نسخے کی قیمت ۳۰۰ روپے ہے۔ لاہور میں مکتبہ تعمیر انسانیت، اردو بازار سے دستیاب ہے۔

اسلامی شریعت کے بنیادی معاشی تصورات

سید معروف شاہ شیرازی

○ عادلانہ معیشت ○ معاشی جدوجہد ○ غربت کے خلاف اسلام کا جہاد

○ اسلام کی معاشی پالیسی ○ اسلام کی زرعی پالیسی

مجلد صفحات: ۸۸ ، قیمت: ۳۵ روپے

ادارہ منشورات اسلامی، بالمقابل منصورہ، ملتان روڈ لاہور